"منظوم مضامین القرآن المجید" : تعارف و تجزیاتی مطالعہ

Rhyming Translation "Mazāmīn al-Qur'ān al-Majīd": An Introduction and Analytical Study

ڈاکٹر محمد سعید شیخ *

Abstract

According to religion Islam, Holy Qur'ān is the last divine message of Allah Almighty revealed on Prophet Muhammad (SAW). The addressee of this Holy book is entire mankind. As far the language of last revelation is concerned, it is Arabic which is unfamiliar to many non-Arab nations. To elaborate this divine message, number of translations in different languages has been done. Urdu is a widely understandable language in subcontinent hence number of Urdu translation of Holy Qur'ān were produced in this region in prose and poems. Many of these rhyming translations has been published but among them particularly two rhyming translations cannot be attributed or considered as rhyming translation as they do not fulfill the technical requirements of rhyming translation. One of these was written by Brigadier Dr. Mukhtar 'Ālam. He graduated from 'Alī Garh Muslim University and served 35 years in Indian Army. For long ago he is doing research on Qur'ānic sciences. This research article is a brief analysis of his Qur'ānic rhyming translation name, Mazāmīn al-Qur'ān al-Majīd.

Keywords: Mazāmīn al-Qur'ān al-Majīd, Rhyming Translation, Dr. Mukhtar 'Ālam

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا اور اس کی تعلیمات ابدی اور عالم گیر ہیں۔ جو لوگ عربی زبان سے ناواقف ہیں، اُن کے لیے فہم قرآن کا ذریعہ ترجمہ ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اُس وقت کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے صاحبانِ علم ودانش نے قرآن مجید کے تراجم کیے ہیں اور تقریباً دنیا کی ہر زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ موجود ہے۔ برصغیر پاک وہند میں اُردو زبان سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ برصغیر کی دیگر زبانوں کی نسبت قرآن مجید کے تراجم اسی زبان میں ہیں۔ اُردو میں ترجمہ قرآن کا ایک جدید رجحان نظم میں قرآن مجید کا ترجمہ ہے، جو عموماً اردو تراجم کو پیش نظر رکھ کر انھیں نظم کا

* اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف قرآنک اسٹڈیز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور۔

قالب عطا کیا ہے۔ متعدد منظوم تراجم اشاعت سے مرصع ہو چکے ہیں۔ ان منظوم تراجم قرآن میں سے دو تراجم ایسے ہیں جن پر فنی اعتبار سے منظوم کا اطلاق کسی بھی اعتبار سے درست نہیں، کیوں کہ دونوں نظم نگار فن شاعری کی مبادیات سے بھی واقف نہیں۔ زیر ترتیب مقالہ میں ان دو تراجم میں سے ایک منظوم ترجمہ بہ عنوان 'مضامین القرآن المجید' کا تعارف اور تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

تعارف

بریگیڈیئر ڈاکٹر مختار عالم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں طالب علم رہے، ایک عرصے تک لکھنؤ میں قیام پذیر رہے، ۳۵ سال ہندوستانی فوج میں بہ حیثیت ڈاکٹر خدمات دے چکے ہیں، وہاں سے ریٹائرمنٹ کے بعد آج کل بریگیڈیئر عالم کلینک اینڈ انفرٹیلیٹی ریسرچ سنٹر وانوڑی، پونے کے ڈائریکٹر ہیں۔ ڈاکٹر عالم تلاوتِ قرآن سے گہرا شغف رکھتے ہیں اور ۱۹۶۵ء سے قرآن مجید کا مطالعہ تفاسیر کی مدد سے کر رہے ہیں [(1)]۔ ڈاکٹر مختار عالم کو درسِ قرآن دینے کا بڑا شوق ہے، اپنے درس قرآن پر مبنی وڈیو ریکارڈ کر کے یوٹیوب ڈاٹ کام پر جاری کیے ہوئے ہیں، علاوہ ازیں یوٹیوب ڈاٹ کام پر ڈاکٹر مختار عالم کی مختلف مرد و خواتین کی آواز میں ریکارڈ کی ہوئیں حمدیں اور نعتیں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ یہ بات بھی یہاں قابل ذکر ہے کہ یوٹیوب ڈاٹ کام پر منظوم مضامین قرآن پر ایک ڈاکومینٹری ہے، جس میں اسے قرآن مجید کے نظم میں تراجم کے باب میں اوّلین کوشش قرار دیا گیا ہے [(2)]، حالاں کہ مکمل مطبوعہ منظوم تراجم کی فہرست میں "منظوم مضامین" کا انیسواں نمبر ہے، شاعری نما نثری ترجمے میں بھی اسے پہلا ترجمہ قرار نہیں دیا جا سکتا، کیوں کہ اس حوالے سے جناب محمد امین میاں کے منظوم نما ترجمے "نظم القرآن" کو سبقت حاصل ہے۔

---

(1) راقم سطور نے یہ ڈاکٹر مختار عالم کا یہ مختصر سوانحی خاکہ اُن کے دیباچے اور مولانا رابع حسنی ندوی کی تقریظ اور وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے پیش لفظ سے ترتیب دیا ہے، راقم کو تلاش بسیار کے باوجود تحریری صورت میں ڈاکٹر مختار عالم کے حالات زندگی دست یاب نہیں ہو سکے۔ راقم السطور نے ڈاکٹر مختار عالم کو خط بھی لکھا، متعدد ای میل اور ٹیلی فون بھی کیے مزید بر آں واٹس ایپ پر متعدد پیغام چھوڑے۔ باوجود وعدہ دینے کے تادمِ تحریر انھوں نے راقم کو اپنا سوانحی خاکہ مہیا نہیں کیا۔

(2) یہ دروس قرآن ایک دو ہی ہیں، جنھیں بریک فاسٹ وِد ڈاکٹر عالم کے نام سے یوٹیوب ڈاٹ کام پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ یہ پروگرام انھوں نے خود ریکارڈ کروائے ہیں، کسی ٹی وی چینل وغیرہ کے ریکارڈ ڈ نہیں ہیں۔

زمانہ تسوید و تخلیق

جناب ڈاکٹر مختار عالم نے "منظوم مضامین" کی تسوید کا آغاز لندن میں قیام کے دوران ۱۹۸۰ء میں ۲۷ ؍ رمضان المبارک کی شب میں کیا، فاضل مترجم کو قرآن مجید کا مفہوم نظم کرنے میں تقریباً بتیس سال کا عرصہ لگا، یوں ۲۰۱۲ء میں یہ کام اپنی تکمیل کو پہنچا[3]۔ فاضل مصنف نے اپنی اس تخلیق کو "منظوم مضامین القرآن المجید" کا عنوان دیا ہے۔

اشاعتِ منظوم مضامین

"منظوم مضامین القرآن المجید" کی اشاعت کا اہتمام پروفیسر خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے کیا ہے، اس میں سالِ اشاعت کے حوالے سے کوئی داخلی شواہد موجود نہیں ہے، البتہ راقم کی معلومات کے مطابق اس کی اشاعت ۲۰۱۳ء کے آخر میں ہوئی ہے۔ پرنٹنگ کا معیار بہت اعلیٰ ہے، آفسٹ کاغذ پر اس کی طباعت کی گئی ہے۔ بڑے سائز کے صفحات کی تعداد ۲۷۸ ہے، جن میں آخری چار صفحات قاری کی یادداشتوں اور نوٹس کے لیے مخصوص ہیں جب کہ آغاز میں ضابطے کا صفحہ، تقاریظ، مصنف کے دیباچے اور سورتوں کی فہارس پر مشتمل دس صفحات اس کے علاوہ ہیں، جن پر الف ب ج د سے نمبر لگائے گئے ہیں۔ یوں صفحات کی مجموعی تعداد ۲۸۸ بنتی ہے۔ اس "منظوم مضامینِ القرآن المجید" کا ہندی ورژن ''کاویا سار" کے عنوان سے اشاعت پذیر ہوا، جس کی رسمِ اجرا کا اہتمام انڈیا اسلامک کلچرل نئی دہلی نے سال ۲۰۱۴ء کے آخری ہفتے میں کیا[4]۔ راقم سطور کے پاس صرف اُردو ایڈیشن ہے اور یہی اس مقالہ کی تسوید و تبییض میں پیشِ نظر ہے۔

تعارف منظوم مضامین

پہلے صفحے پر عنوان کتاب ہے، دوسرا ضابطے کا صفحہ ہے، جس پر یہ اطلاع ہے کہ منظوم مضامین کی تسوید و تبییض کے بعد مولانا محمد رابع حسنی ندوی، ڈاکٹر جی اے ناظر الدین، ڈاکٹر سید عزیز محی الدین اور مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے نظر ثانی کی ذمہ داری ادا کی۔ اگلے صفحے پر "دعا" کے عنوان سے ناظم ندوۃ العلما لکھنؤ مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی تقریظ ہے، جب کہ صفحہ

---

(3) مختار عالم، ڈاکٹر، منظوم مضامین القرآن المجید، علی گڑھ: پروفیسر کے۔ اے۔ نظامی مرکز علوم القرآن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، س ن، ص س، ۲۷۴۔

(4) روزنامہ انقلاب نئی دہلی، مؤرخہ ۳۰ دسمبر ۲۰۱۴ء، ص ۲؛ ڈبلیو ڈبلیو ڈبلیو ڈاٹ یوٹیوب ڈاٹ کام۔ ہندی میں کاویا کا مطلب ہوتا ہے شاعری یا نظم اور سار کا مطلب مختصر۔

دی پر وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جناب لیفٹیننٹ جنرل (ر) ضمیر الدین شاہ کا پیش لفظ ہے۔ اس کے بعد تین صفحات پر محیط مترجم کا دیباچہ ہے، اس کے معاً بعد نورِ ہدایت کے عنوان سے عظمتِ قرآن کے حوالے سے نظم ہے، یہ نظم "منظوم مضامین" کی تخلیق کے ضمن میں شاعر کا پہلا احساس تھی، جو ۱۹۸۰ء میں ۲۷ رمضان المبارک کی شب میں تخلیق ہوئی۔ "منظوم مضامین" میں متن قرآن شامل نہیں ہے۔ صفحہ ۱ سے ۲۷۲ تک قرآن مجید کے منظوم مضامین و مفاہیم ہیں، ہر صفحے پر اشعار کو دو متوازی سطروں میں کالم کے انداز میں لکھا گیا ہے، سورتوں کے نام جلی حروف میں ہیں، ساتھ میں سورتوں کے نمبر، تعدادِ آیات ور کوعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اشعار میں آیتوں کے نمبر نہیں لگائے گئے، البتہ جہاں رکوع ختم ہوتا اور شروع ہوتا ہے اس کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس لیے قاری آیت بہ آیت مفہوم تلاش کرنے سے تو قاصر رہتا ہے، البتہ رکوع بہ رکوع تلاشِ مفہوم میں اسے قدرے سہولت حاصل رہتی ہے۔ صفحہ ۲۷۳ پر ڈاکٹر جی اے ناظر الدین، ڈاکٹر سید عزیز محی الدین اور مولانا محمد رزین اشرف ندوی کی جانب سے صحت نامہ ہے۔ آخری صفحہ "خاتمہ بالخیر" کے عنوان سے مصنف کا تحریر کردہ ہے۔

فاضل مفہوم نگار رکوع بہ رکوع مضامین نظم کرنے کی بہ جائے آیت بہ آیت نظم کرتے تو قاری کی سہولت کے ساتھ ساتھ نزولِ قرآن سے بھی مطابقت ہو جاتی، کیوں کہ قرآن کا نزول آیت بہ آیت یا سورہ بہ سورہ ہوا ہے، نہ کہ رکوع بہ رکوع۔

تسمیہ کا ترجمہ

جناب مختار عالم نے اپنے ترجمۂ قرآن میں تسمیہ کا مفہوم نظم کرنے کی بہ جائے ہر سورہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا مفہوم نظم نہ کرنے کیا حکمت ہے، اس کا جواب تو فاضل مفہوم نگار ہی دے سکتے ہیں۔

حروف مقطعات

"حروفِ مقطعات" کے معاملے میں بریگیڈیئر صاحب افراط و تفریط کا شکار ہیں، اکثر سورتوں کے آغاز میں حروفِ مقطعات کی کتابت سے صرفِ نظر کیا گیا ہے، ماسوا چند سورتوں کے، ان میں بھی کوئی ایک اُسلوب نہیں اپنایا گیا ہے۔ سورۂ یٰسین کے آغاز میں حرف مقطع کی مراد بھی متعین کی ہے، ملاحظہ ہو:

یٰسین معنی یا سیّد یا رسول
قسم قرآنِ حکیم کی تم ہو اللہ کے رسول[5]

اسی طرح سورۃ الشوریٰ کا آغاز بھی حرف مقطع کی تعیین کے ساتھ کیا ہے، ملاحظہ ہو:

حَ۔ مَ۔ عَ۔ سَ۔ ق مراد چہ مہ گویاں تھیں
جو مکہ میں قرآن کے مضامین پر ہو رہی تھیں[6]

جمہور مفسرین کا ہمیشہ سے یہ مؤقف رہا ہے کہ حروف مقطعات کے معنی و مفہوم کو اللہ تبارک و تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، چلیں ایک لمحہ کے لیے مان لیں کہ مفہوم نگار نے اپنے تئیں قرآن کے ان الفاظ سے علمی نکات نکالے ہیں، جیسا کہ بعض نظم نگار مترجمین نے کیا ہے، لیکن حروف مقطعات کو حروف تہجی کے انداز میں حرکتِ زبر کے ساتھ لکھنا قطعاً درست نہیں ہے، اس کو تو قاری "حَمَعَسَ قاف" پڑھے گا، ادائے تلفظ کی وضاحت کے لیے اگر فتح کے بغیر لکھا جاتا تو اس کے جواز کی راہ نکالی جاسکتی تھی۔ فاضل مفہوم نگار نے سورہ ابراہیم کے حرف مقطع الم اور الجاثیہ کے حم کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کا سلوک کیا ہے، یعنی اَل رَ اور حَ مَ لکھا ہے۔ بعض سورتوں کے آغاز میں ال م اور ح م بھی لکھا ہے۔ املا کے اس انداز کی تو گنجائش نکلتی ہے کہ جب مقصود تلفظ کو واضح کرنا ہو۔

شعر نما ترجمہ

جناب مختار عالم نے قرآن مجید کے مضامین کو نظم کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا نام بھی "منظوم مضامین" رکھا ہے، یہ ترجمہ کسی بھی اعتبار سے منظوم نہیں ہے، مفہوم نگار کا یہ دعویٰ صرف اس حد تک درست ہے کہ نثر کو شعروں کی ہیئت میں لکھا گیا ہے اور ہر دو مصرع نما سطروں کو ہم قافیہ لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ "منظوم مضامین" کے مطالعے کے بعد یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ نام نہاد نظم نگار کو قافیہ اور ردیف کے درمیان فرق کا بھی نہیں پتا، چہ جائے کہ اُس نے "کلام اللہ" کو تختۂ مشق بنایا ہے۔ ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی کا "منظوم مضامین" پر یہ تبصرہ بالکل بجا اور مبنی بر حقیقت ہے:

---

[5] منظوم مضامین، ص ۱۷۴۔

[6] منظوم مضامین، ص ۱۹۳۔

"کہنے کو تو اِس کتاب میں قرآن مجید کے مضامین کو منظوم کیا گیا ہے، لیکن اس کے ایک مصرع پر بھی نظم کی تعریف صادق نہیں آتی...... زیر نظر کتاب [منظوم مضامین] کا انداز بڑا نرالا ہے کہ مؤلف کو شاعری کی ہوا بھی نہیں لگی ہے اور وہ عروض و قافیہ کی الف ب سے بھی واقف نہیں، لیکن دعویٰ الہامی کیفیت کے ساتھ قرآن کو منظوم شکل میں پیش کرنے کا کیا ہے اور بڑے بڑے علمانے فراخ دلی کے ساتھ اس کی توثیق کی ہے۔ یاللعجب!"[7]

ناظم ندوۃ العلما مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی تقریظ میں قارئین کو یہ مشورہ دیا ہے کہ "منظوم مضامین" کو فن شاعری اور عروضی اوزان میں نہ پرکھیں، بل کہ خلوص پر محمول کریں، آپ لکھتے ہیں:

"الحمد للہ! یہ [ڈاکٹر مختار عالم] تلاوتِ قرآن سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔ زیر نظر مجموعے میں انھوں نے اپنی وارداتِ قلب کو اشعار میں منتقل کیا ہے۔ آپ ان اشعار کو فن عروض اور شاعری کے دیگر لوازمات کے عقب میں نہ پرکھیں، بل کہ ان نظموں کو سادگی اور خلوص پر محمول کریں کہ "کہنے کا" کا یہ بھی انداز ہے" [8]

فاضل مصنف خود اس بارے میں اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"اس [منظوم مضامین] میں شاعری اور نظم کے آداب کا زیادہ دھیان نہیں رکھا گیا ہے، بل کہ قرآن کی تعلیمات آسان الفاظ میں ایک عام انسان تک کیسے پہنچیں [کذا] اِس کا خیال زیادہ رکھا گیا ہے" [9]

کیا یہ اچھا نہیں تھا کہ مفہوم نگار جب فن شاعری کی ابجد ہوّز سے واقف نہیں ہیں تو نثر میں ہی کوئی ایسی قرآنی خدمت سر انجام دیتے جس کی وہ اہلیت ولیاقت بھی رکھتے۔ مفہوم نگار پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں، کیا وہ اس بات کی اجازت دیں گے جو ڈاکٹر نہ ہو وہ مریضوں کا علاج کرنا شروع کر دے یا جو سرجن نہ ہو اور وہ آپریشن کرنا شروع کر دے۔ اسی طرح جو شاعر نہ ہو تو کم از کم اسے کلام اللہ کو تختۂ مشق بنانے سے گریز کرنا چاہیے، مشق سخن کے اور بھی میدان ہیں، کلام اللہ کو چھوڑ کر:

---

[7] ندوی، رضی الاسلام، ڈاکٹر، "تبصرہ بر منظوم مضامین" مشمولہ "ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی"، مدیر اعزازی: ڈاکٹر محمد رفعت، ج ۴۰، ش ۹، ستمبر ۲۰۱۴ء / ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ، ص ۸۵-۸۴۔

[8] منظوم مضامین، ص ج

[9] منظوم مضامین، ص س۔

جب نہیں ہے شعر کہنے کا شعور
پھر بھلا ہے شعر کہنا کیا ضرور

راقمِ مقالہ آگے جہاں بھی اس ترجمے یا مفہوم پر منظوم کے لفظ کا اطلاق کرے گا، تو اس کو صرف "منظوم مضامین" کے تخلیق کار کے دعوے کا پاس رکھتے نظم نما نثر پر محمول کیا جائے۔

سورتوں کے آغاز میں زمانۂ نزول وغیرہ کی معلومات

جناب ڈاکٹر مختار عالم بعض سورتوں کے آغاز میں سورہ کے زمانۂ نزول اور دیگر متعلقہ چیزوں سے قاری کو آگاہی فراہم کرتے ہیں، نمونے کے طور پر سورۃ المائدہ کا آغاز ملاحظہ ہو:

یہ سورت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی		۶ و ۷ ہجری کے درمیان نازل ہوئی
اب اسلام ایک عقیدہ و مسلک نہ تھا		جو دلوں و دماغوں پر حکمرانی رکھتا تھا
اب اسلام ایک ریاست و طاقت بن چکا تھا		اب وہ مسلمانوں کی زندگی پر محیط تھا
یہاں ہیں مسلمانوں کی مذہبی و تمدنی احکامات		اللہ کی طرف سے آداب و ہدایات[10]

اِن شعر نما نثری سطروں میں زبان و بیان کے بڑے مسائل ہیں، یہ سورہ ۶ اور ۷ ہجری کے درمیان نازل ہوئی، چھ اور سات کے درمیان کون ساعدد ہے، اس کا علم تو مصنف کو ہی ہو گا۔ دوسرا شعر حقیقت کے بالکل برعکس ہے، مفہوم نگار شاید کہنا یہ چاہتے تھے کہ اس وقت اسلام صرف عقیدہ اور مسلک کی حد تک نہیں تھا، بل کہ ایک طاقت اور ریاست بن چکا تھا، مگر شعر کی موجودہ بندش سے یہ مفہوم ماخوذ ہو رہا ہے کہ اسلام ایسا عقیدہ یا مسلک نہیں جو دلوں اور دماغوں پر حکمرانی کرتا ہو۔ "حکمرانی رکھتا" بھی زبان و بیان کی رو سے غلط ہے، حکمرانی کرنا ہوتا ہے نہ کہ حکمرانی رکھنا۔ زندگی پر محیط ہونا بھی غلط ہے، کسی کو محیط ہونا تو درست ہے، کسی پر محیط ہونا محاورے کی غلطی ہے۔ یہاں شاعر نے محیط کو مشتمل کے معنی میں استعمال کیا ہے، جو محلِ نظر ہے۔ آخری شعر نما سطر میں "یہاں" بالکل اضافی اور بے جوڑ ہے، "یہاں" کی بہ جائے "اس میں" ہوتا تو انسب تھا، "مسلمانوں کی مذہبی و تمدنی احکامات" میں مضاف مضاف الیہ کے درمیان حرف ربط کی غلطی ہے۔ حرف ربط "کی" کی بہ جائے "کے" ہونا چاہیے تھا۔ اِن اشعار نما سطور کو اگر نثر میں ڈھالیں تو کوئی اچھی اور بلیغ نثر وجود میں نہیں آئے گی۔

---

(10) منظوم مضامین القرآن المجید، ص ۷۴۔

سورۃ الواقعہ کے آغاز میں بھی اس قسم کی معلومات قاری کو مہیا کی ہیں، ملاحظہ ہوں:

سورت طٰہٰ کے بعد نازل ہونے والی الواقعہ		سورت الشعرا سے پہلے نازِل ہوئی الواقعہ
حضرت عمرؓ ہجرت حبشہ کے بعد ایمان لائے		حضرت عمرؓ ۵ نبوی میں ایمان لائے
الواقعہ کا موضوع آخرت و توحید ہے		قرآن نورِ ہدایت اور بیانِ توحید ہے
کفار یقین نہ کرتے کہ قیامت برپا ہوگی		حشر کے میدان میں ہر ایک کی جواب طلبی ہوگی
نیک لوگ جنت کے باغوں میں رہیں گے		گنہگار لوگ دوزخ میں جاکر رہیں گے[11]

سورۂ واقعہ کے زمانۂ نزول کے ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا ذکر بہ طور خاص اس کا بہ ظاہر کوئی واسطہ نہیں بنتا، نہ ہی راقم کو کسی مستند تفسیر میں سورہ واقعہ کے زمانہ نزول کے بیان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا تذکرہ ملا ہے۔

مفہومی ترجمہ

جناب ڈاکٹر مختار عالم قرآنی تراجم و تفاسیر سے آیات کا جو مفہوم اخذ کرتے ہیں اس کو اپنی دانست میں نظم کا جامہ پہنا دیتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ آیات میں الفاظ کی ترتیب و ترکیب کیا ہے؟ صیغے کون سے ہیں، مخاطب کے ہیں کہ غائب کے یا متکلم کے، مترجم کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اکثر آیات کے اجزا سے بھی صرف نظر کر جاتے ہیں، نمونے کے طور پر سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات کا منظومہ ملاحظہ کریں:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ o فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ o وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ [12]

---

[11] ایضاً، ص ۲۲۲۔

[12] التوبہ ۹: ۴-۱

اللہ و رسول کی طرف سے اعلانِ برأت ہے		مشرکین سے کیے معاہدوں سے برأت ہے
چار مہینے کا نوٹس دیا جانے والا ہے		اس کے بعد اللہ منکرین حق کو رسوا کرنے والا ہے
حج اکبر پر یہ اعلان عام ہے		اللہ و رسول مشرکین سے بری الذمہ ہے
اب مشرکین توبہ کرلیں بہتر ہے		جو منہ پھیرے تو نتائج بہت کمتر ہے
انکار کرنے والوں کے لیے سخت سزا ہے		متقیوں کو اللہ پسند کرتا ہے[13]

درج بالا چار آیتوں کا ترجمہ یا مفہوم پانچ شعر نما سطروں میں کیا گیا ہے۔ پہلا شعر کسی حد تک پہلی آیت کے مفہوم کو ادا کر رہا ہے۔ ''چار مہینے کا نوٹس دیا جانے والا ہے'' فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ کا مفہوم روزمرہ میں بیان کرنے کی کوشش ہے، البتہ ''نوٹس دیا جانے والا'' درست نہیں، بل کہ نوٹس دیا جا چکا ہے کہ چار مہینے زمین میں چل پھر لو، اس کے بعد ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہے۔ فاضل مترجم نے اس آیت کے جزو وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مفہوم نگار تیسرے اور چوتھے شعر میں آیت کے مفہوم کو ادا کرنے میں بڑی حد تک کام یاب ہوئے ہیں، مگر چوتھے شعر کے آخری مصرعے میں فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ کے مفہوم ''تو نتائج بہت کمتر ہے'' آیت کے مدلول سے بے جوڑ ہے۔ یہ جملہ زبان و بیان کی رو سے بھی غلط ہے، جس کے نقص سے عام اُردو خواں شخص بھی بہ خوبی واقف ہے۔ نتائج سنگین ہوتے ہیں یا بدتر ہوتے ہیں، لیکن نتائج کم تر ہوتے ہیں، کہیں اُردو میں نہیں پڑھا گیا۔ اس جملے میں مسند مسند الیہ میں بھی عدم مطابقت ہے۔ نتائج کی وجہ سے ''ہیں'' ہونا چاہیے تھا۔ پانچویں شعر میں عذابِ الیم کا ترجمہ سخت سزا بھی ناقص ہے۔ حسب عادت یہاں بھی مترجم ''بَشِّرِ'' کا مفہوم گول کر گئے ہیں۔ اسی طرح اگلی آیت کے بڑے حصے اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ کا مفہوم نظم ہی نہیں کیا۔ اس طرح بڑی تعداد میں آیتوں کے اجزا کو بے ترجمہ چھوڑ دینے کا فاضل مفہوم نگار کے پاس کیا جواز ہے؟ کیا یہ اجزائے آیات غیر اہم ہیں کہ مفہوم نگار نے ان کے مفہوم کو معرض تحریر میں لانا ضروری خیال نہیں کیا؟

(13) منظوم مضامین، ص۷۹۔

کہیں کہیں ترجمے کا اُسلوب

جناب مختار عالم عام طور پر تو قرآنی صیغوں یا اُسلوبِ بیان کا لحاظ کیے بغیر مفہوم بیان کرتے ہیں، لیکن کہیں کہیں ترجمے کا اُسلوب اپنانے کی بھی کوشش کی ہے، ایسے مقامات بہت ہی قلیل ہیں، لیکن ہیں ضرور۔ مثال کے طور پر سورۂ فتح کی ابتدائی آیات جہاں مترجم نے مفہوم کی بہ جائے آیت بہ آیت ترجمہ کرنے کی اپنے تئیں کوشش کی ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا o لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا o وَيَنصُرَكَ اللهُ نَصْرًا عَزِيزًا o هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللهُ عَلِيمًا حَكِيمًا[14]

اے نبی ہم نے تمھیں کھلی فتح عطا کردی		صلح حدیبیہ کی شکل میں فتح عطا کردی
تاکہ اگلی پچھلی کوتاہی کو خدا معاف کردے		اللہ تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کردے
تمھیں سیدھا راستہ دکھائے گا اللہ		تم کو زبردست نصرت بخشے گا اللہ
مومنوں کے دلوں پر سکینت نازل کی اُس نے		ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھایا اُس نے
زمین و آسمان کی چیزیں اللہ کی ہیں		علیم و حکیم صفات اللہ کی ہیں[15]

پہلے شعر کا پہلا مصرع إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کا ترجمہ ہے، دوسرا مصرع پہلے کی تفسیر کررہا ہے اور تکمیلِ شعر کا فائدہ بھی دے رہا ہے۔ دوسرا شعر لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ کا ترجمہ ہے، تیسرا شعر وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا o وَيَنصُرَكَ اللهُ نَصْرًا عَزِيزًا کا ترجمہ ہے، مگر فاضل مترجم نے اِن دونوں آیتوں کو جملہ مستانفہ بنادیا ہے، اگر یہ جملہ مستانفہ ہوتا تو ترجمہ بالکل درست تھا، مگر یہ دونوں آیتیں "يَغْفِر" پر معطوف ہیں[16] اور تمام اُردو مترجمین نے بھی ان کو معطوف بناکر ترجمہ کیا ہے۔ چوتھے شعر کا پہلا مصرع هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ کا ترجمہ ہے، جب کہ دوسرا مصرع لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ کا، دوسری مصرع نماسطر میں مترجم

---

(14) الفتح ۴۸: ۴-۱

(15) منظوم مضامین، ص ۲۰۷۔

(16) صافی، الجدول فی اعراب القرآن، ج ۲۶، ص ۲۴۲۔

سے غلطی ہوگئی ہے، مترجم چوں کہ عربیت سے ناواقف ہیں، یہاں انھیں غلط فہمی ہوگئی ہے کہ لام تعلیل سے صرف نظر کرتے ہوئے "لِيَزْدَادُوْٓا" کا فاعل اللہ تبارک و تعالیٰ کو بنایا ہے اور ایمان کو مفعول، جب کہ ایمان یہاں ترکیب میں "تمیز" واقع ہو رہا ہے[17]۔ "يَزْدَادُوْٓا" جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کی ضمیر لفظ اللہ کی طرف کیسے مرجع ہو سکتی ہے؟ اس جزوِ آیت کا راست ترجمہ ہے: "تا کہ اُن کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو"[18]۔ آخری شعر کے پہلے مصرعے میں شاعر سے دو فروگزاشتیں ہوئی ہیں: "جنود" کا ترجمہ "چیزیں" کیا ہے، جو قطعاً درست نہیں ہے، اسی طرح "السماوات" کا ترجمہ واحد سے کرنا بھی نامناسب ہے، اس آیت کا راست ترجمہ ہے: "اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) خدا ہی کے ہیں"۔

ناقص ترجمہ

"منظوم مضامین" کے تخلیق کار نے ترجمہ کرنے کا دعویٰ تو نہیں کیا، البتہ مضامینِ قرآن نظم کرنے کے دعوے دار ہیں۔ مضامین یا مفہوم ترجمے کی نسبت زیادہ خاصے کی چیز ہے۔ اِس میں مفہوم نگار پابند الفاظ تو نہیں ہوتا، لیکن اس پر یہ پابندی ضرور عائد ہوتی ہے کہ متن کے کسی ایسے لفظ سے صرفِ نظر نہ کرے کہ جس کے بغیر مفہوم ادھورا رہ جائے اور اگر معاملہ کلام اللہ کا ہو تو یہ پابندی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ "منظوم مضامین" کے تخلیق کار اکثر و بیشتر بعض قرآنی الفاظ و تراکیب اور جملوں کو در خورِ اعتنا نہیں سمجھتے اور اُن سے صرفِ نظر کر کے اپنی دانست میں منظوم ترجمہ کر دیتے ہیں۔ نمونے کے طور پر درج ذیل آیات کا مفہوم ملاحظہ ہو:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ o هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[19]

بغیر ستون آسمان پیدا کیا اس نے		پہاڑوں کو جمایا زمین میں اس نے

[17] الخراط، احمد بن محمد، أ۔د، المجتبى من مشكل إعراب القرآن، المدينة المنوره: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، ۱۴۲۶ھ، ج۴، ص۱۲۰۸۔

[18] ترجمہ تھانوی، ص۴۶۲۔

[19] لقمان ۳۱: ۱۱-۱۰

جانوروں کو پھیلا دیا زمین میں اس نے تمہارے شریکوں نے بتاؤ بنایا کیا ہے ؟		پانی برسا کر چیزیں پیدا کی ہیں اُس نے کافر بن کر سوائے گمراہی کے پایا کیا ہے ؟[20]

"السَّمٰوٰت" جمع ہے، اس کا ترجمہ مفرد سے کیا ہے؛ "تَرَوْنَهَا" کا مفہوم نظم نہیں ہوا، اسی طرح "اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ" سے بھی صرفِ نظر کر گئے ہیں؛ "اُس نے پانی برسا کر چیزیں پیدا کی ہیں" وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ کا ناقص ترجمہ ہے۔ اگلی آیت کا نہ صرف ناقص بل کہ غلط مفہوم ہے۔ اگر فن شاعری سے صرفِ نظر بھی کر لیں تو یہ کوئی عمدہ اور بلیغ ترجمہ نہیں ہے۔ وجودِ باری تعالیٰ پر جس پر شکوہ اور زور دار انداز میں آیت میں دلائل پیش کیے گئے ہیں، وہ مفہوم میں منتقل نہیں ہو سکے۔ اب اس آیت کا مکمل اور راست ترجمہ ملاحظہ کریں تا کہ "منظوم مضامین" کا نقص کھل کر سامنے آ سکے:

> "اسی نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے تا کہ تم کو ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر (اُس سے) اُس میں ہر قسم کی نفیس چیزیں اگائیں، یہ تو خدا کی پیدائش ہے، تو مجھے دکھاؤ کہ خدا کے سوا جو لوگ ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں" [21]

اس سے اگلی آیت میں سے فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ کا ترجمہ گول کر گئے ہیں، اِس سے اگلی آیت سے وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ کا مفہوم بھی نظم نہیں ہوا، اسی طرح فِيْ عَامَيْنِ ایک ایسا لفظ ہے، جس سے ایک شرعی حکم مستنبط ہو رہا ہے، اس سے پہلو تہی کر کے مفہومِ آیت کا درست ابلاغ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی آیت میں سے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ کے مفہوم سے بھی صرفِ نظر کر گئے ہیں۔ یہ صرف پانچ آیتوں کے مفہوم کا حال ہے، باقی پورے ترجمے کو اسی پر قیاس کر لیا جائے۔ صرف اُن اجزائے آیات کی فہرست سازی کی جائے جن کا مفہوم نظم ہونے سے رہ گیا ہے تو اس کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہوں گے۔

---

(20) منظوم مضامین، ص ۱۶۳۔

(21) فتح الحمید، ص ۶۶۹-۶۶۸۔

کبھی فاضل مترجم پوری پوری آیت کے مفہوم سے بھی صرفِ نظر کر جاتے ہیں، مثال کے طور پر سورۂ نور کی آیت نمبر ۳: الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور آیت نمبر ۱۰: وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ؛ سورہ یوسف کی آیت نمبر ۹۵ : قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ اور ۱۰۳: وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ سے صرفِ نظر کر گئے ہیں۔

تفسیری ترجمہ

جناب مختار عالم اپنے ترجمہ میں افراط و تفریط کا شکار رہے ہیں، اکثر و بیشتر اختصار کی خاطر کئی کئی آیتوں یا ان کے اجزا کو بے ترجمہ چھوڑ دیتے ہیں، حالاں کہ ان آیتوں یا اجزائے آیتوں کے مفہوم کو بیان کیے بغیر قرآن مجید کا درست اور کامل ابلاغ ہو ہی نہیں سکتا، لیکن کہیں کہیں مترجم اختصار کا دامن چھوڑ کر تفسیر کا اُسلوب اختیار کر لیتے ہیں، حالاں کہ اگر وہ صرف ترجمے پر بھی اکتفا کرتے تو آیت کے مدلول کا ابلاغ ہو جاتا۔ مثال ملاحظہ ہو:

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ[22]

ایک آدم سے پیدا نسل انسانی کی اُس نے نطفہ سے بچہ ، پھر جوانی دی اُس نے اِن کھلی نشانیوں سے پہچانو اپنے خدا کو		مرد و زن کو پیدا کیا اُس نے جوانی سے بڑھاپا ، پھر گور دی اُس نے نہ جیو جانوروں کی طرح پہچانو خدا کو[23]

درج بالا آیت میں جو قابلِ تشریح اور لائقِ تفسیر الفاظ "مستقر" اور "مستودع" ہیں، ان کی تفسیر و تعیین میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک اوّل سے مراد رحمِ مادر اور ثانی سے مراد صلبِ پدر، بعض مفسرین کے نزدیک اس کے برعکس ہے، بعض مفسرین کے نزدیک مستقر سے مراد دنیوی زندگی اور مستودع سے مراد قبر کی زندگی ہے[24]، مفسر مظہری کے نزدیک مستقر سے مراد جنت یا دوزخ ہے اور مستودع سے جنت یا جہنم سے پہلے کی تمام منازل مراد ہیں،

---

[22] الانعام ۶: ۹۸

[23] منظوم مضامین، ص ۶۳۔

[24] السمرقندی، ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم (م: ۳۷۳ھ)، بحر العلوم، تحقیق تعلیق: الشیخ علی محمد معوض، الشیخ عادل احمد عبد الموجود، الدکتور زکریا عبد المجید النوتی، بیروت: دار الکتب العربیہ، ط:۱، ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء، ج ۱، ص ۵۰۳۔

یعنی رحم مادر، صلب پدر، یا بالعکس، دنیا اور قبر[25]۔ فاضل مفہوم نگار نے اِن الفاظ کی تشریح و تفسیر مفسرین کے اقوال کی روشنی میں نہیں کی، بل کہ اپنے انداز سے کی جو کہ ناقص ہے۔ "نہ جیئو جانوروں کی طرح پہچانو خدا کو" یہ کوئی بلیغ تعبیر نہیں ہے، مفہوم قرآن کا اقتضا یہ ہے کہ اس کے لیے عامیانہ اور سوقیانہ انداز کی بہ جائے عالمانہ انداز اپناتے ہوئے پر شکوہ الفاظ کا چناؤ کرنا چاہیے تھا۔ فاضل مفہوم نگار نے آیت کا مفہوم نظم کرتے ہوئے قرآنی اُسلوبِ بیان کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔

تفسیری مفہوم کی ایک اور مثال ملاحظہ کریں جہاں شاعر نے چار آیتوں کی تفسیر میں آٹھ اشعار اگائے ہیں، ملاحظہ ہو:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ٥ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ٥ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ٥ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ[26]

شاعروں کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ لگے رہتے		عشق بازی، شراب نوشی کے مضامین بیان کرتے
وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہی پھرتے		کسی کو آسمان پر چڑھاتے اور کسی کو گرادیتے
بات کریں گے دریا دل کی اور ہوں گے بخیل		بات کریں گے بہادری کی اور ہوں گے ڈرپوک ذلیل
اچھے شعرا ہوتے ہیں وہ		جو اللہ، رسول، کتابوں کو مانتے ہوں جو
اپنی عملی زندگی میں صالح ہوں		جو بدکار، فاسق اور فاجر نہ ہوں
اس کی علمی اور دماغی طاقتیں راہِ خدا میں خرچ ہوں		شاعرانہ قابلیتیں اس کی راہِ خدا میں خرچ ہوں
وہ حق کی حمایت کے لیے زبان سے کام لیتا		جیسے مجاہد جنگ میں شمشیر سے کام لیتا
دعوتِ قرآن کو نہ ماننے والے ہی ظالم ہیں		عنقریب برے انجام کو دیکھنے والے ظالم ہیں[27]

---

(25) المظہری، قاضی ثناء اللہ، التفسیر المظہری، ج۳، ص ۲۷۲۔

(26) الشعراء۲۶: ۲۲۴-۲۲۷

(27) منظوم مضامین، ص ۱۵۰۔

یہ آٹھ اشعار ترجمہ ہیں نہ ترجمانی، نہ ہی مفہوم، بل کہ یہ سیدھی تفسیر ہے۔ فاضل نظم نگار نے ان آیات میں ترجمہ یا ترجمانی کی بہ جائے تفسیر کا اُسلوب بھی اختیار کیا ہے، پھر بھی وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا کی تفسیر کرنا شاید ضروری خیال نہیں کیا۔ آخری شعر کے آخری مصرع میں "ظاہم" شاید کتابت کی غلطی ہے، غالباً یہ لفظ "ظالم" ہے۔

عربیت ناشناسی

"منظوم مضامین" کا سرسری مطالعہ اپنے قاری کو فوراً اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ اس کے تخلیق کار عربیت ناشناس ہیں، کجا وہ مہارت جو ترجمہ کے لیے درکار ہے، وہ عربی کے حروف ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں، اس کو مبالغہ آرائی پر محمول نہ کیا جائے، یہ مبنی بر حقیقت ہے۔ مثال ملاحظہ ہو جس میں لفظ لفظ مترجم کی عربیت ناشناسی کو آشکار کر رہا ہے:

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ o قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

(28)

لڑکے بولے ہم خطا کار اور گنہگار ہیں یعقوب نے اللہ سے دعا کی وہ رحیم ہے		اللہ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے [29]

اِستغفار کا ترجمہ "دعا کی درخواست کرنا" اور "اِسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ" کا ترجمہ "اللہ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں" یہ صرف جناب مختار عالم کی فرہنگ میں مل سکتا ہے، کسی مستند معجم قرآن یا کسی عربی ڈکشنری میں شاید آئندہ کئی صدیوں میں بھی نہ ملے۔ استغفار بہ معنٰی مغفرت طلب کرنا، گناہوں کی معافی مانگنا، یہ اُردو میں بھی اسی طرح معروف ہے اور عام مسلمان بھی اس سے بہ خوبی واقف ہیں، پھر نہ جانے کیوں پچاس سال قرآن کی تفاسیر کا مطالعہ کرنے والا شخص اس سے بے خبر رَہ گیا۔ "اِسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ" میں اِسْتَغْفِرْ فعل امر ہے، اس میں ضمیر مضمر اَنت اس کا فاعل ہے، لنا جار مجرور فعل امر سے متعلق ہیں، "ذُنُوْبَنَا" مضاف مضاف الیہ مل کر ترکیب میں مفعول بہ واقع ہو رہے ہیں [30]، مفہوم نگار نے جہاں اس کا معنٰی غلط کیا ہے، وہاں مفعول بہ سے صرف نظر کرتے ہوئے امر کے صیغے کو مضارع سے بدل دیا ہے جو مترجم کی عربیت ناشناسی پر

---

[28] یوسف ۱۲: ۹۸-۹۷

[29] منظوم مضامین، ص ۱۰۱۔

[30] صافی، الجدول فی اعراب القرآن، ج ۱۳، ص ۶۵۔

کھلی دلیل ہے۔ اس جزوِ آیت کا انسب ترجمہ ہے: "ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگیے"۔ اگلی آیت کا ترجمہ بھی مترجم کی عربیت نا آشنائی کی غمازی کر رہا ہے۔ "اَسۡتَغۡفِرُ" فعل مضارع سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، اس پر سوف کا دخول اس کو مستقبل کے معنٰی میں متعین کر دیتا ہے، فاضل مترجم نے اس لفظ کا ترجمہ دعا کرنا کیا ہے جو کہ غلط ہے، اس پر مزید استقبال کو فعل ماضی سے اور واحد متکلم کے صیغے کو واحد مذکر غائب کے صیغے سے بدل دیا ہے۔ مکمل آیت کا ترجمہ غلط ہے، جب کہ درست ترجمہ ہے: انھوں نے کہا کہ میں اپنے پروردگار سے تمہارے لیے بخشش مانگوں گا، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

غلط مفہوم

جناب مختار عالم بسا اوقات آیت کا مفہوم اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں، وہ مفہوم نہ تو آپ سے پہلے کسی مترجم قرآن نے بیان کیا ہے اور نہ شاید آپ کے بعد کوئی اس کی جسارت کرے گا، مثال میں سورۂ ھود کی آخری آیت وَلِلّٰهِ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ يُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ كُلُّهٗ فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ کا مفہوم ملاحظہ کریں:

آسمان و زمین میں جو کچھ وہ اللہ کا		سارے معاملات پر فیصلہ اللہ کا
اے نبی بھروسہ کرو بندگی کرو اللہ کی		کفر و اسلام کی کشمکش پر نظر ہے اللہ کی[31]

دوسرے شعر کا آخری مصرع جزوِ آیت کا غلط مفہوم ہے، وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ کا راست ترجمہ ہے: "جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں"، کہاں یہ مفہوم اور کہاں نظم نگار کا مفہوم کہ اللہ کی کفر و اسلام کی کشمکش پر نظر ہے۔ دونوں میں کوئی ربط و تعلق نہیں۔ اسی طرح فاضل موصوف نے قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّيۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ[32] کا مفہوم بھی عربیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو:

یعقوب نے کہا میں اللہ کا شکر گذار بنتا ہوں
میں اللہ کی طرف سے کافی جانتا ہوں[33]

---

(31) منظوم مضامین، ص ۹۷۔

(32) یوسف ۱۲: ۹۶

(33) منظوم مضامین، ص ۱۰۱۔

اس آیت کا درست مفہوم ہے: ”کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟“ کہاں یہ مفہوم اور کہاں مختارِ عالم کا مفہوم؟ دونوں میں دور کی بھی نسبت نہیں ہے۔ ”گزار“ کا درست املا ”زا“ کے ساتھ ہے، اکثر و بیشتر اس لفظ کو فاضل مترجم نے ”ذال“ کے ساتھ لکھا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ذال کے ساتھ ہی درست املا سمجھتے ہیں اور زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ اس کو کتابت کی غلطی پر محمول نہ کیا جائے۔

زبان و بیان کے مسائل اور ابہام سے لبریز شاعری

”منظوم مضامین القرآن المجید“ کا اگر متنِ قرآن سے تقابل نہ بھی کریں کہ یہ ترجمہ ہے یا ترجمانی، مولانا رابع حسنی ندوی کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے فن شاعری کے عقب میں بھی نہ پرکھیں، اس کو نثر پر محمول کریں تو یہ بلیغ نثر کے لوازم کو ادنیٰ صورت میں بھی پورا نہیں کرتا۔ اس میں زبان و بیان کی فاش غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ مثال میں ایک شعر ملاحظہ ہو، وہ شعر تو ہے ہی نہیں، وہ نثر بھی نہیں ہے:

یہودیوں نے پونچھا سبب بنی اسرائیل کی ہجرت کا
وحی آئی خواب جو باپ کو بتایا یوسف کا[34]

پہلے مصرعے میں ”پونچھا“ شاید سہوِ کتابت ہو، یا ممکن ہے کہ پونے میں اس طرح ہی مستعمل ہو، کیوں کہ مترجم نے کئی جگہوں پر اسی طرح ہی استعمال کیا ہے۔ دوسرا مصرع انتہائی مغلق ہے۔ اس مصرعے میں شاعر کیا کہنا چاہتے ہیں، اس کی وضاحت تو خود شاعر ہی کر سکتے ہیں۔ زبان و بیان کی غلطی کے حوالے سے ایک شعر ملاحظہ ہو:

قرآن اللہ کی اب آخری کتاب ہے
سرچشمہ ہر کتاب کا ”ام الکتاب“ ہے[35]

پہلے مصرعے سے یہ متبادر ہو رہا ہے کہ قرآن پہلے آخری کتاب نہیں تھی، اب آخری کتاب ہے۔ اَب ایک اور مغلق شعر ملاحظہ ہو:

---

(34) منظوم مضامین، ص ۹۷۔

(35) منظوم مضامین، ص ۱۰۵۔

رسولوں نے پیغام دیا تھا اللہ کا
وہ نہ مان کر دیے حکم اللہ کا[36]

مصرع ثانی میں "دیئے" کو "جئے" سے بدل دیں تو کسی حد تک بات بن جائے گی، لیکن موجودہ ہیئت میں اس شعر سے کوئی مفہوم اخذ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اب دو شعر ملاحظہ ہوں جن میں شاعر نے خوش بو، قمیص اور بینائی کو مذکر باندھا ہے، جن کے مؤنث ہونے سے ایک عام اُردو خواں شخص بھی بہ خوبی آگاہ ہے:

جب یہ قافلہ مصر سے کنعان کو روانہ ہوا یوسف کی قمیص یعقوب کے منہ پر ڈال دیا		اِدھر کنعان میں یوسف کی خوشبو یعقوب کو محسوس ہوا فوراً یعقوب کی بینائی واپس آیا[37]

"خوش بو محسوس ہوا، قمیص ڈال دیا اور بینائی واپس آیا" اِس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ فاضل مترجم شاعری کی طرح اُردو زبان و بیان کی الف ب سے بھی نابلد ہیں، لفظ "خوش بو اور بینائی" کے مؤنث ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے[38]۔ درج بالا شعروں کی صورت میں لکھی گئی چار نثری سطروں میں زبان و بیان کی جو دھجیاں بکھیریں سو بکھیریں، مفہوم بھی ناقص ہے، یہ سورۂ یوسف کی آیت ۹۴، ۹۵ اور ۹۶ کی نصف اوّل کا مفہوم ہے، پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ کا مفہوم بیان ہوا ہے، جس میں مفہوم نگار ظفریاب ہوئے ہیں، دوسرے مصرعے میں قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ کا مفہوم بیان کیا گیا جو کہ ناقص اور قرآنی اُسلوبِ بیان سے کھلا اِعراض ہے، آیت کا مدلول ہے: "اُن کے والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بو آ رہی ہے"، اس آیت میں سے "قَالَ اَبُوْهُمْ"

---

(36) منظوم مضامین، ص۱۰۶۔

(37) منظوم مضامین، ص۱۰۱۔

(38) امیر مینائی کا شعر ہے جس میں لفظ خوش بو کو مؤنث لایا گیا ہے:

دیکھو تو اتحاد ذرا حسن و عشق کا
بلبل کے آنسوؤں میں ہے خوش بو گلاب کی

اور "لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ" کے مفہوم کو قلم زد کر گئے ہیں۔ اسی طرح اگلی پوری آیت یعنی آیت نمبر ۹۵ سے بھی صرفِ نظر کر گئے ہیں اور آیت نمبر ۹۶ سے "فَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِیۡرُ" کو بھی نظر انداز کر گئے ہیں۔

"منظوم مضامین" میں محاورے کی اغلاط اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احصا ناممکن ہے، ذیل میں ایک شعر ملاحظہ کیجئے جس میں شاعر موصوف نے "جھوٹ تصنیف کرنے" کا محاورہ اختراع کیا ہے:

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا
تو بڑا جھوٹ تصنیف کیا بڑا گناہ کرایا[39]

کتابت کی اغلاط

"منظوم مضامین" میں الہامی کیفیت کے ساتھ مضامین قرآن کو نظم کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ کلام اللہ کے مفاہیم نظم کرتے وقت ضروری ہے کہ مطالب قرآنی سے ذرا بھی انحراف نہ کیا جائے، اسی طرح اثنائے کتابت قرآنی مضامین کو لفظی اغلاط سے بچانا بھی از حد ضروری ہے۔ حروف خوانی میں کلام اللہ کا معاملہ جس قدر سنجیدگی و متانت کا متقاضی ہے، شاعر موصوف نے اس درجے کا خیال نہیں رکھا، جس کی وجہ سے سینکڑوں کتابت کی اغلاط دَر آئی ہیں۔ ذیل میں شعر نما دو سطریں ملاحظہ کریں، جہاں دو مرتبہ "الحمدللہ" کو "الحمد اللہ" لکھا ہے، گمان غالب یہ ہے کہ شاعر اسی املا کو درست سمجھتے ہیں، کیوں کہ ضابطے کے صفحے (Print Line Page) پر بھی جلی حروف میں الحمدللہ کو الحمد اللہ ہی لکھا ہے۔

وہ کہیں گے الحمد اللہ اے رب العالمین
جنت میں صدا ہو گی الحمد اللہ اے رب العالمین[40]

کتابت کی کچھ اغلاط ایسی ہیں، جو پورے ترجمے میں برابر چلتی ہیں، مثلاً گزرنا مصدر سے جتنے الفاظ بنتے ہیں، ان کو اکثر و بیشتر زا کی بہ جائے ذال کے ساتھ لکھا ہے، اسی طرح پہنچانا یا پہنچنا سے بننے والے لفظوں سے اکثر و بیشتر نون کو غائب کر گئے ہیں۔ ذیل میں صرف پانچ چھ صفحات سے کچھ اغلاط کی نشان دہی کی جاتی ہے:

---

(39) منظوم مضامین، ص ۳۸۔

(40) منظوم مضامین، ص ۸۶۔

معملات [معاملات] [41]، اتنظار [انتظار] [42]، چیلیچ [چیلنج] [43]، سرادری [سرداری] [44]، ہنسوں [ہنسو] [45]، یقینن (یقینا) [46]، پھینگ [پھینک] [47]، اوٹنی [اونٹنی] [48]، نالا [نالاں] [49]، دے [دیئے] [50]

خلاصہ بحث

منظوم تراجمِ قرآن کی تاریخ میں "منظوم مضامین القرآن المجید" اس اعتبار سے انوکھا اور نرالا ہے کہ اس میں سات ہزار سے زائد شعر نما سطروں میں سے کسی بھی سطر پر مصرع کی تعریف صادق آتی ہے نہ دو مصرع نما سطروں پر شعر کی تعریف صادق آتی ہے۔ شعر کی بنیادی ضرورت اس کا وزن و بحر میں ہونا ہے، تبھی کوئی شعر موزوں کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے، منظوم مضامین میں کوئی شعر بھی موزوں نہیں ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ فاضل مترجم کو قافیہ ردیف میں فرق کا پتا نہیں ہے، جو کہ نظم کی بنیادی چیز ہے۔ نام نہاد نظم نگار نے جہاں بھی شعر نما سطروں کو مردّف لائے ہیں، وہاں اکثر و بیشتر غیر مقفّٰی لائے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر موصوف ردیف کو ہی قافیہ سمجھتے ہیں۔

اس ترجمے کا دوسرا بڑا نقص اس کی زبان و بیان کا درست نہ ہونا ہے، مذکر کو مؤنث اور مؤنث کو مذکر لانا ان کے لیے معمول کی بات ہے۔ مسند مسند الیہ میں اور موصوف صفت میں بہ اعتبار مفرد جمع کے عدم مطابقت کی مثالیں کثرت سے ہیں۔ یہ

---

(41) ایضاً، ص۲۰۹۔

(42) ایضاً، ص۸۹۔

(43) ایضاً، ص۹۱۔

(44) ایضاً

(45) ایضاً، ص۹۲۔

(46) ایضاً، ص۹۳۔

(47) ایضاً

(48) ایضاً، ص۹۴۔

(49) ایضاً، ص۹۵۔

(50) ایضاً، ص۹۶۔

ناقص اور غیر مربوط جملوں سے لبریز ترجمہ ہے۔ اس نظم نما سطروں کو نثر میں ڈھالیں تو کوئی بلیغ زبان بر آمد نہیں ہوتی۔ یکسر مبہم اور مغلق اشعار کی تعداد بھی شمار سے باہر ہے۔

"منظوم مضامین" کو اگر شاعری اور زبان وبیان کے معیار پر نہ بھی پرکھیں تو اس ترجمے کا سب بڑا عیب اس ترجمے کا ناقص ہونا ہے، فاضل موصوف کئی آیتوں کے مضامین سے صرفِ نظر کر جاتے ہیں۔ جتنی بڑی تعداد میں جناب ڈاکٹر مختار عالم نے آیات کے مفہوم کو بے ترجمہ چھوڑا ہے، دیگر منظوم تراجم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس نام نہاد منظوم مفہوم میں بہت سے مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں قرآنی مدلول کے بر عکس مفہوم نظم کیا گیا ہے۔ غلطی کی کوئی ایسی قسم نہیں جو اس ترجمے میں نہ پائی جاتی ہو۔ شاید ہی کوئی آیت ایسی ہو جس کا مفہوم ہر لحاظ سے درست نظم کیا گیا ہو۔ مقام افسوس یہ ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جیسے ادارے سے اس ترجمے کی بغیر متنِ قرآن کے اشاعت ہوئی اور اس موجودہ صورت میں ہوئی جو نظر ثانی، ثالث، رابع بل کہ کئی مرتبہ نظر سے گزارنے کے قابل تھا، اسے اسی طرح چھاپ دیا گیا۔ کہاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جیسا ادارہ جس نے رجحان ساز شخصیات پیدا کیں، جو برصغیر کے مسلمانوں کی علم ودانش کا قبلہ وکعبہ بنا، آج اُس ادارے سے قسم قسم کی اغلاط سے لبریز قرآن کے مضامین شائع ہونے لگے ہیں، جو نہ متن قرآن کے مطابق ہیں، نہ زبان وبیان درست ہے اور نہ ہی میزانِ شاعری پر پورا اترتے ہیں۔ جن اصحاب علم ودانش نے اس ترجمے کو صحت کے سرٹیفکیٹ سے نوازا ہے، اُن کے فہم وفراست پر بھی کفِ افسوس ملنے کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

❂❂❂❂